اور دوسری طاقتیں موجود ہیں کہ جنھیں ہم نہیں دیکھتے ہیں اور نہ ان حواس میں سے کسی کے ذریعہ ان کا پتہ چلا سکتے ہیں۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ ہمارے اردگرد ان چیزوں کے علاوہ کچھ اشیاء موجود ہوں ، بعض زندہ چیزیں وجود رکھتی ہوں جنھیں ہم نہ محسوس کر سکتے ہوں۔ میں نہیں کہتا کہ وہ ضرور ہیں بلکہ کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ موجود ہوں۔ کیونکہ گذشتہ بیانات کا نتیجہ یہ نکلا کہ جن چیزوں کا ہم احساس نہ کریں ان کی بابت ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ نہیں ہیں۔ جبکہ علمی دلیل کے ذریعہ مکمل طور سے یہ ہمارے لیے ثابت ہو گیا کہ یہ ظاہری حواس تمام چیزوں کو ہم پر منکشف کرنے کے واسطے کافی نہیں ہیں بلکہ کبھی ہمیں دھوکا دے کر حقیقت کے خلاف چیزوں کو حقیقت بنا کر ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں تو ہمیں یہ تصور نہ کرنا چاہیئے کہ موجودات کی بس وہی حقیقت ہے جو ہم محسوس کرتے ہیں بلکہ اس کے خلاف عقیدہ رکھنا چاہیئے۔ ہمیں یوں کہنا چاہیئے کہ ممکن ہے کہ کچھ موجودات ہوں جنھیں ہم نہ محسوس کر سکتے ہوں۔ جیسا کہ جراثیم کے انکشاف سے پہلے کوئی شخص خیال نہیں کرتا تھا کہ لاکھوں جراثیم ہر جسم کے اردگرد موجود ہیں اور ہر جاندار کی زندگی ان جراثیم کی جولانگاہ بنی ہوئی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ ظاہری حواس موجودات کی حقیقت کا پتہ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ وہ اکیلی چیز جو باریکیوں سے مکمل طور پر واقف بناتی ہے ہماری عقل و فکر ہے۔"

(منقول از کتاب "علی اطلال المذہب المادی")

غلط فہمی نہ ہونا چاہیئے

ہماری گذارش سے یہ غلط فہمی نہ پیدا ہونا چاہیئے کہ ہم اس کے دعویدار ہیں کہ جس طرح آج کل کے جدید علمی ذرائع سے ایٹم، پروٹون کے گرد الیکٹران کی گردش اور بہت سے

رنگوں کا انکشاف ہوگیا ہے اسی طرح علوم وفنون کی ترقی کے نتیجہ میں آیندہ بھی بہت سی نامعلوم چیزوں کا پتہ چلے گا۔ ایک دن ممکن ہے کہ وہ دنیا بھی مادی اسباب اور ذرائع سے منکشف ہوجائے جو نیچر کے حدود سے باہر ہے۔

یقین رکھئے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ وہی ہے جو پہلے عرض کی جاچکی ہے کہ جو چیزیں مادے کے علاوہ ہوں انھیں مادی ذرائع سے نہیں معلوم کیا جا سکتا۔ وہ ان کی کارگذاری کے دائرے سے باہر ہیں۔

ہماری گذارش کا مقصد صرف یہ تھا کہ مذکورہ موجودات کے انکشاف سے پہلے ان کا انکار صحیح نہیں تھا، ہم ان کے عدم کو یہ کہہ کر تسلیم نہیں کر سکتے تھے کہ چونکہ ہم انھیں نہیں محسوس کرتے، چونکہ ہمارے مادی ذرائع ان کا پتہ نہیں بتاتے، چونکہ سائنس انھیں نہیں ثابت کرتا، لہٰذا وہ نہیں ہیں، اسی طرح غیر مادی امور کے متعلق بھی اظہارِ خیال نہیں کیا جا سکتا، یعنی ان کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ ابتدا میں ایسے لوگ سکوت کریں گے مگر جب خدا پرستوں کے معقول اور مضبوط دلائل ان کے سامنے آئیں گے تو انھیں اس کائنات کا ایک باشعور خالق ماننا پڑے گا۔

تفسیر ابن کثیر

۳۵ جلدوں میں مکمل

قیمت دوسو پچاس روپے ‎250/-

ملنے کا پتہ: مکتبہ برہان، اردو بازار دہلی

امیر الامراء رئیس الاولیاء

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندیؒ

ایک مطالعہ

(۲)

جناب تقی انور صاحب علوی کاکوروی

تاریخ کی کتابوں سے حضرت خواجہ کے متعلق ہم کو ایسے جستہ جستہ حالات ملتے ہیں۔ آپ کی مکمل سوانح حیات اور ملکی و سیاسی خدمات سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ ہم ملفوظات کا بغور مطالعہ کریں۔ بابرنامہ کی مترجم مسز بیوبرج نے بھی غالباً اسی وجہ سے آپ کے صرف مطبوعہ ملفوظ یعنی "رشحات" کا مطالعہ کیا تھا جو اس کو دستیاب ہوسکا ہوگا۔ اس نے اپنے ترجمہ بابرنامہ میں اس سے جابجا نوٹ بھی لئے ہیں۔ رشحات مطبوعہ صورت میں ۳۶۰ صفحہ سے زائد کی کتاب ہے۔ یہ صرف حضرت خواجہ کا ملفوظ نہیں ہے بلکہ اس میں عام طور پر سلسلۂ نقشبندیہ کے بیشتر بزرگوں کے حالات ہیں۔ ملا فخر الدین علی بن حسین الواعظ الکاشفی (یعنی خلف الصدق مصنف انوار سہیلی) اس ملفوظ کے جامع ہیں، سبب تالیف یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہؒ کے آستانہ پر آخر ماہ ذیقعدہ ۸۸۹ھ اور اوائل ماہ ربیع الثانی ۸۹۳ھ میں صرف دو مرتبہ وہ حاضر ہوسکے۔

روزانہ جو کچھ آپ کی زبان سے سنتے اس کو اپنے دماغ میں محفوظ کر لیتے اور گھر آکر لکھ لیتے تھے۔ حضرت خواجہ کی وفات کے بعد اس روزنامچہ کی ترتیب شروع کی تاکہ معتقدین کو کیفیت آپ کی یاد سے کم ہو جائے اور دوسروں کو بھی استفادہ کا موقع ملے مگر یہ ملفوظ اپنی موجودہ حالت میں سولہ برس بعد مرتب ہو پایا۔ چونکہ اصل غرض حضرت خواجہ کے حالات کے بیان سے تھی اس نے بعض بزرگانِ نقشبندیہ کے کرامات وارشادات کے ساتھ ساتھ بعض خاندانی و دیگر حالات بھی اس میں اضافہ کئے گئے۔ کتاب کے خاتمہ پر ایک فارسی تاریخ بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رشحات تاریخی نام ہے ؎

پابند محاسبانِ سنجیدہ صفات
تاریخ تمامش ز حروفِ رشحات
۹۰۹ھ

رشحات مطبوعہ میں کتابت کی اتنی زائد غلطیاں ہیں کہ بعض جگہ تو عبارت کا صحیح پڑھنا اور صحیح مفہوم لینا ممکن ہی نہیں۔ میرے پاس رشحات کے دو بہت ہی قدیم خوشخط اور مطلا نسخے موجود ہیں۔ رشحات میں دو اور ملفوظات کا حوالہ ملتا ہے جن سے مؤلف مذکور نے مدد لی ہے۔ حضرت خواجہ کے مخصوص خلفاء و اصحاب کے حالات میں حضرت مولانا محمد قاضیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنفِ رشحات لکھتے ہیں کہ مولانا نے حضرت خواجہ صاحبؒ کے مناقب میں دو کتابیں تالیف کی ہیں ایک کا نام "سلسلۃ العارفین" اور دوسری کا "تذکرۃ الصدیقین" ہے۔ ہر دو کتابیں مطبوعہ نہ ہونے کی وجہ سے نادرالوجود ہیں[1]۔ راقم الحروف کو وہ دونوں کتابیں

---

[1] حضرت خواجہ صاحب کے حالات جن جن کتابوں میں دیکھے ان سے علم ہوا کہ سب کا اصل ماخذ یہی مجموعہ "سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین" ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ و داماد میر عبدالاول نے بھی ایک رسالہ "مسموعاتِ خواجہ عبیداللہ احرار" تحریر فرمایا تھا اس کا بھی ماخذ یہی مجموعہ ہے۔

حضرت مولانا حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر صاحب قلندر مدظلہ نے مطالعہ کے لیے مرحمت فرمائی نیز یہ حکم دیا کہ ان کو بغور مطالعہ کر کے ایڈٹ کر دو۔ ان کے ہی ہمت اور شوق دلانے پر نیز ان کی ہی اعانت اور علمی مدد سے یہ مختصر مضمون مرتب ہوا۔ چونکہ کتاب پر مصنف کا نام ہے اور کتاب کا نام درج نہیں ہے اس لیے یہ خیال ہوا کہ رشحات سے اس کا مقابلہ کیا جائے رشحات میں حضرت مولانا محمد قاضی عبداللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ:

حضرت مولانا محمد قاضی اجل اصحاب حضرت ایشان اند۔ در مناقب و شمائل و خصائص و فضائل آں حضرت کتابہا تالیف کردہ اند مسمیٰ بہ سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین در آنجا آوردہ اند...... کہ ابتدائے ملازمت من حضرت ایشان آں بود کہ با طالب علم کرمانی مولانا نعمت اللہ از سمرقند بہ عزیمت ہرات بیروں آمدہ بودیم چوں بدہ شادماں رسیدیم و بواسطۂ گرمی دہوا توقف کردیم نماز دیگر بود کہ حضرت ایشاں رسیدہ بملازمت رفتم پرسیدند از کجائی۔ گفتم از سمرقند۔ بعد ازاں بہ حکایت مشغول شدند و آنچہ در خاطر بود ہمہ را اظہار فرمودند ازاں جملہ سخنے بود کہ فقیر را سرگشتہ ساختہ ازیں ولایت می برد آں را بہ وجہے اظہار کردند کہ خاطر فقیر بجانب ایشاں قوی منجذب شد۔

حضرت مولانا محمد قاضی خواجہ صاحبؒ کے جلیل القدر اصحاب میں ہیں۔ انھوں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کے فضائل و مناقب میں دو کتابیں تالیف کی ہیں جن کا نام سلسلۃ العارفین اور تذکرۃ الصدیقین ہے۔ اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ حضرت کی خدمت میں میری حاضری کی ابتدا یوں ہوئی کہ کرمان کے ایک طالب علم مولانا نعمت اللہ کے ساتھ سمرقند سے ہرات جانے کے ارادہ سے ہم نکلے۔ جب شادماں گاؤں پہنچے تو لو اور گرمی کی شدت کی وجہ سے ہم رُک گئے۔ ظہر کی نماز کا وقت تھا کہ حضرت خواجہ پہنچے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو۔ عرض کیا سمرقند سے۔ پھر آپ گفتگو میں مشغول ہو گئے اور جو کچھ میرے دل میں تھا سب کا بغیر میرے کہے اظہار فرما دیا۔ منجملہ ان کے ایک بات ایسی تھی جو فقیر کو دربدر

پھیلا رہی تھی اس کا اس طرح اظہار فرمایا کہ
فقیر کا دل آپ کی جانب منجذب ہو گیا۔

تلاشِ بسیار کے بعد اس قلمی ملفوظات میں بعینہٖ یہ واقعہ ان الفاظ میں مل گیا۔

در ابتدائے آں کہ ایں فقیر جامع ایں جمع و تالیف بخدمت شریف حضرت ایشاں مشرف شدم آں بود کہ بہ مولانا نعمت اللہ طالب علم کرمانی از سمرقند بعزیمت ہرات متوجہ شدہ بیرون آمدہ بودیم۔ بقریہ شادماں رسیدیم بمولانا نعمت اللہ گفتم کہ ہوا بغایت گرم است ـــــــ لحظہ درباغ حضرت خواجہ توقف کنیم تا ہوا باعتدال شود چناں کردیم نماز دیگرے بود کہ شخصے آمد کہ حضرت خواجہ می آیند توقف کردیم لحظہ بود کہ حضرت ایشاں آمدند برہماں جائے کہ ما بودیم متوجہ ایں کمینہ شدند و فرمودند کہ از کجائی و بہ حکایت مشغول شدند وانچہ بخاطر ما بود ہمہ را اظہار کردند۔ از انجملہ (سخنے بود) کہ فقیر را سرگشتہ ساختہ ازیں علایت می برد آں را بر وجہے کردند کہ خاطر فقیر بجانب ایشاں قوی نگراں شد۔

فقیر مؤلف کتاب ہٰذا کی حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضری کی ابتداء یوں ہوئی کہ کرمان کے ایک طالب علم مولانا نعمت اللہ کے ساتھ سمرقند سے ہرات جانے کے ارادہ سے ہم نکلے جب شادماں گاؤں پہنچے تو مولانا نعمت اللہ سے میں نے کہا کہ ہوا انتہائی گرم ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت خواجہ کے باغ میں ہم رک جائیں تاکہ ہوا قدرے کم ہو جائے۔ ظہر کی نماز کا وقت تھا کہ ایک شخص نے آکر بتایا کہ حضرت خواجہ آ رہے ہیں۔ یہ سن کر ہم رک گئے۔

اتنے میں آپ آئے اور میری طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو پھر گفتگو میں مشغول ہو گئے اور جو کچھ میرے دل میں تھا بغیر میرے کچھ کہے اظہار فرما دیا۔ منجملہ ان باتوں کے ایک بات ایسی تھی جو فقیر کو پریشان کئے ہوئے تھی اور شہر شہر پھرا رہی تھی۔ اس کا آپ نے اس طرح اظہار فرمایا کہ میرا دل آپ کی جانب مکمل طور پر مائل ہو گیا۔

سوائے چند الفاظ کے تغیر وتبدل کے بعینہٖ وہی عبارت ہے اس کے بعد حضرت مولانا محمد قاضی جانی سمرقندی کے مزید حالات کی تلاش ہوئی اگرچہ مؤلف رشحات نے مختصر حالات لکھا ہیں لیکن اس سلسلے میں چند واقعات بابرنامہ اور صاحبِ "حبیب السیر" کے مطالعہ سے بھی دستیاب ہوسکے۔ یہی حضرت خواجہ مولانا محمد قاضی ہیں۔ کیونکہ اس نام کا خواجہ عبید اللہ احرار کے مخصوص خلفاء واصحاب میں آپ کے سوا دوسرا نہیں تھا۔

بابرنامہ میں ایک جگہ تو سمرقند کو پہلی مرتبہ چھوڑ کر آنے کے بیان میں شہنشاہ بابر نے لکھا ہے کہ میرے استاد اور پیر حضرت مولانا خواجہ محمد قاضی کے خطوط آئے جن میں سمرقند واپس آنے کی فرمائش تھی اور دوسری مرتبہ اپنے لشکر کے عجز پہنچنے اور دشمنوں کے اندجان پر قابض ہونے کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے بابر لکھتا ہے کہ "آہ دشمنوں نے میرے حضرت خواجہ ومولانا قاضیؒ کو شہید کر ڈالا اور بڑی بے حرمتی سے ان کی لاش قلعہ کے دروازہ پر لٹکائی گئی۔"

ان کا اصل نام عبد اللہ تھا اور یہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے مرید وخلیفہ خاص تھے اور انھیں کے تربیت یافتہ بھی تھے۔ آپ حضرت خواجہ کے آخر عہد میں تو اٹھارہ سال شب وروز خلوت وجلوت میں حاضر رہے ہیں اور حضرت کے حکم سے ہی ان کے حالات اور چشم دید واقعات اور ارشادات قلمبند فرماتے رہے ہیں۔ "گلزار ابرار" میں حضرت ملا محمد غوثی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحبؒ جب حقائق ومعارف بیان فرماتے تو اصل مخاطب حضرت مولانا محمد قاضی ہوتے تھے۔" اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ولی کامل تھے کیونکہ آپ کے قتل میں سعی وکوشش کرنے والے اور قاتل چند ہی دنوں میں نیست ونابود ہوگئے۔ تاریخ حبیب السیر میں بھی یہ واقعہ اسی نوعیت سے درج ہے۔ جس کے چند الفاظ نقل کئے جاتے ہیں:

خواجہ مولانا قاضی راکہ موسوم بعبد اللہ بود — خواجہ مولانا قاضی جو عبد اللہ کے نام سے

بدستور معہود مددولت خواہی حضرت	موسوم تھے اور بادشاہ کی خیرخواہی میں جد
دشاہی سعی می نمود بہ دیر ادرک شہید	کوشاں رہتے تھے قلعہ کے دروازے پر
ساختند...... حالاں کہ آنحضرت	شہید کر دیئے گئے ....
ز جملہ تربیت یافتگان حضرت ولایت پناہ	حالانکہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے
خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار بود۔"	خاص تربیت یافتہ تھے۔

....

تاریخ کی کتابوں سے صرف اسی قدر پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد قاضی حضرت خواجہ کے جلیل القدر خلفاء و اصحاب میں سے تھے۔ ان کا جامع ملفوظات ہونا ہم کو علاوہ "گلزار ابرار" اور "بحر زخار" کے "رشحات" اور اب آپ کے ملفوظات سے معلوم ہوا۔ دوسرے حصہ موسوم بہ "سلسلۃ العارفین" کے ایک حصہ کے خاتمہ پر اس عبارت کا موجود ہونا "وجمع من ھو مقبول ومنظور لحضرت العالی .... المشهور بين الخلائق .... لمولانا محمد قاضی" اس خیال کی تائید کرتا ہے کہ یہ وہی بزرگ ہیں ان کی شہادت کا واقعہ تذکرہ "رشحات" میں نہ ہونا باطل ترین قیاس ہے اس لئے کہ "رشحات" کے مرتب کرنے کے وقت وہ یقیناً زندہ تھے جیسا کہ ان کے حالات کی عبارت سے پتہ چلتا ہے۔ شہنشاہ ہند ظہیر الدین نے بابر نامہ بعد کو لکھا ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے ملکی خدمات اور شاہان وقت پر اقتدار

مذکورہ بالا ملفوظات سے ہم چند ایسے واقعات نقل کرتے ہیں جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی کے ملکی خدمات اور ایسے غیر معمولی و محیر العقول اقتدار کا پتہ دیتے ہیں جس سے شاہان وقت بھی آپ سے مرعوب تھے۔ "صلح دادن حضرت ایشاں سہ پادشاہ مخالف را در یک معرکہ" کی سرخی سے ایک نہایت دلچسپ اور تعجب خیز واقعہ "سلسلۃ العارفین"

سے نقل ہے جس کے جامع (خواجہ ملانا قاضی) خود اس موقع پر موجود تھے۔ یہیں اصلی قلمی ملفوظ کی عبارت مع ترجمہ لکھتا ہوں :

واقعہ ملاقات مرزا عمر شیخ محمود خاں چناں بود کہ خبر آمد کہ مرزا عمر شیخ سلطان محمود خاں را بمددِ خود آوردہ و در شاہرخیہ بہم ملاقات کردہ اند۔ مرزا سلطان احمد تہیۂ لشکر کردہ با لشکر عظیم متوجہ شدند حضرت ایشاں را بخود ہمراہ بردند و غرض آں بود کہ حضرت ایشاں را بجہت صلح می برند۔ بہ چہل روز در لشکر مرزا سلطان احمد بودند و در چہل و یکم در آق قورغان از توابع شاہرخیہ است لشکر مرزا سلطان احمد فرود آمدند۔ روزِ دیگر حضرت ایشاں بمیرزا سلطان احمد شاہ شدہ گفتند مرا چرا آوردید من خود مردِ جنگی نہ ام اگر جنگ می کردید مرا چرا آوردید و اگر صلح می کنید تاخیر چراست مرا دیگر طاقت آں نماند کہ در میان لشکر شما باشم۔ مرزا فرمودند کہ مارا چہ اختیار است جمیع امور بہ تفویض بہ شما است ہر چہ صوابدید ملازمانست مارا ازاں چارہ نیست بموجب اشارت حضرت ایشاں سوار شدند و فقیر نیز در ملازمت بودم متوجہ شاہرخیہ بجہت مرزا عمر شیخ و

مرزا سلطان احمد اور مرزا عمر شیخ اور سلطان محمود (شاہانِ وقت) کی ملاقات کا واقعہ معلوم ہوا کہ مرزا عمر شیخ نے سلطان محمود خاں کو اپنی مدد کے لیے بلایا ہے اور دونوں شاہرخیہ کے مقام پر مع لشکر موجود ہیں سلطان احمد مرزا بھی بہت بڑے لشکر کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے چلے اور حضرت کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا اور یہ ظاہر کیا کہ حضرت کو صلح کے لیے لے جاتے ہیں۔ چالیس روز شاہرخیہ میں قیام رہا ، اکتالیسویں آق قورغان میں جو شاہرخیہ کا ایک موضع ہے مرزا سلطان احمد کا لشکر فروکش ہوا۔ دوسرے روز حضرت نے مرزا سلطان احمد نے فرمایا کہ مجھ کو کیوں لائے ہو میں لڑائی کے کام کا نہیں۔ اگر لڑنا ہی تھا تو میرا ساتھ لانا بیکار اور اگر صلح چاہتے ہو تو پھر تاخیر کیوں ہے۔ مجھ کو تمہارے لشکر کے قیام نے پریشان کردیا ہے اب زیادہ رکنا ممکن نہیں۔ مرزا نے جواب دیا کہ میرا کیا اختیار ہے جو حضور چاہیں

سلطان محمود خان شنیدند مردم خبردار شده
باستقبال حضرت ایشان به شاهرخیه رفتند۔
در راه التفات انحضرت بیرون به سلطان محمود
خان نمودند و امر صلح را مقرر فرمودند و کیفیت
آن را نیز تعیین کردند بدین وجه که هر سه لشکر
در مقابلهٔ یکدیگر ایستند و شامیانه در میانه برپا
کنند و بادشاهان در شامیانه با حضرت ایشان
نشینند و حضرت ایشان بهم صلح دهند و عهد و شرط
کنند و آخر روز مراجعت نمایند۔ و اثر التفات
حضرت ایشان در سلطان محمود خان ظاهر بود
بسیار متاثر گشته بود علی الصباح لشکر مرزا
سلطان احمد تمام سوار شدند و مقرر چنان
بود که جلته نپوشند و دیگر سلاحها بردارند و
بعضے پنهانی پوشیدند و ازان جانب لشکر
سلطان محمود خان و لشکر مرزا عمر شیخ با سلاح
تمام آمدند و در موضع تن تهته صفها راست
کردند۔ حضرت ایشان باز به شاهرخیه رفتند
که سلطان محمود خان و مرزا عمر شیخ را بیارند۔
بعد از زمانے حضرت ایشان با سلطان محمود
خان و مرزا عمر شیخ آمدند و لشکر تمام صفها
کشیدند و در برپا ساختن شامیانه گفت و شنید

کر سکتے ہیں مگر کر خدا ...
حضرت سوار ہو کر مرزا عمر شیخ ...
سے ملنے کے لیے شاہرخیہ کی طرف چلے
میں (مولانا محمد قاضی) بھی حضرت کے ہمراہ
تھا۔ ان لوگوں کو حضرت کی تشریف آوری
کا علم ہو گیا۔ استقبال کے لیے حاضر ہوئے
اور حضرت کے ساتھ شاہرخیہ کی طرف چلے
راستہ میں حضرت نے سلطان محمد خان پر
خاص عنایت فرمائی اور صلح کی معاملت طے
کر دیا اور یہ قرار پایا کہ تینوں لشکر ایک دوسرے
کے مقابل صف باندھ کر کھڑے ہوں اور
درمیان میں ایک شامیانہ لگایا جائے
جس میں تینوں بادشاہ اور حضرت خواجہ
تشریف فرما ہوں۔ حضرت آپس میں اسی
جگہ صلح کرا دیں اور شرائط کا تعین ہو جائے۔
اس کے بعد سہ پہر تک لشکر کوچ کرے۔
حضرت کی توجہ کا مرزا سلطان احمد پر خاص
اثر طاری تھا اور وہ بہت متاثر تھا۔ صبح کو
مرزا سلطان احمد کا لشکر ساز و سامان سے
تیار ہو گیا۔ یہ طے ہو چکا تھا کہ سپاہی جوشن
جلتہ نہ پہنیں باقی تمام ہتھیار لگائیں بعض

شامیانہ واقع می شد۔ ہر فریقے می گفتند کہ
بآں طرف نزدیک ست و ایں نزاع بہ تطویل
انجامید تا کہ حضرت ایشاں درمیان صفہا
بودند و طہارت نماز پیشیں آنجا کردند۔
و بعد ازاں بہ ایں فقیر گفتند کہ پیش مرزا
سلطان احمد برو و بگو کہ من یک کسم۔ و
ضعف پیری نیز دریافتہ است ایں مجموع
سلاح و آلات حرب شما را بر پشت خود
را برداشتہ ام کہ لشکر ہا درہم نمی افتند
نہایت قوت ہمیں باشد دیگر طاقت نماند
اگر با اخلاصے دارید گذارید تا شامیانہ را
ہر جا آں مردم خواہند برپا کنند کہ مرا اعتمادے
بر آں حضرت است شامیانہ ہر جا کہ خواستند
برپا کردند۔ مرزا سلطان احمد بجمعے معین
از خواص آمدہ درتہ شامیانہ نشستند۔ بعد
ازاں حضرت ایشاں سلطان محمود خاں و
مرزا عمر شیخ را آوردند بجمعے از خواص
چوں بہ نزدیک شامیانہ رسیدند فرود
آمدند۔ مرزا سلطان احمد از تہ شامیانہ
باستقبال پیشتر آمدند۔ حضرت ایشاں
اول سلطان محمود خاں پیش آوردند و

نے چھپا کر چلتہ بھی پہن لیا۔ دوسری طرف
سے سلطان محمود خاں اور مرزا عمر شیخ کا لشکر
ہتھیار بند روانہ ہوا اور موضع تل قہقہہ
میں پہنچکر اس نے اپنی صفیں درست کرلیں۔
حضرت پھر شامیانہ تشریف لے گئے تاکہ
مرزا عمر شیخ اور مرزا سلطان محمود خاں کو
اپنے ہمراہ لے آئیں۔ بہت دیر بعد آپ
کے ساتھ یہ دونوں بادشاہ آئے۔ اس وقت
لشکروں نے اپنی صفوں کو درست کیا۔
شامیانہ کے نصب کرنے میں اختلاف ہوگیا
یہاں تک کہ بات بڑھ گئی حضرت دونوں
لشکروں کے درمیان تشریف فرما تھے آپ
نے ظہر کا وضو وہیں کیا پھر میری طرف مخاطب
ہوکر فرمایا کہ مرزا سلطان احمد سے میری
طرف سے جاکر کہو کہ میں اس بڑھاپے میں
تمہارے تمام لشکر اور ہتھیاروں کا بوجھ
اٹھائے ہوئے ہوں۔ یہی وجہ ہے جو لشکر
تباہ نہیں ہوجاتا اتنا ہی کیا کم ہے اب اس
ضعیفی میں اس سے زیادہ کی طاقت نہیں
رکھتا۔ اگر تم کو میرے ساتھ خلوص و عقیدت
ہے تو دوسری طرف کے لوگوں کو جہاں وہ

میرزا سلطان احمد کنار گرفتند و بعد از آں میرزا
عمر شیخ را پیش آوردند مرزا کنار گرفتند۔ و
دست برادر را گرفتہ بر روئے می مالید و
می گریست و برادر کلاں نیز گردن او را می
بوسید و می گریست از مشاہدۂ ایں امر و
معاملہ گریہ بر ہمہ مستولی شدہ درمیانِ آں
مردم شیونے شد در تہِ شامیانہ نشستند و
چناں مجلس مہیبے شدہ بود کہ از غایت ہیبت
نفیر دستار... را باز گونہ انداختم و لشکرہا
منتظر بودند کہ اگر چیزے واقع شود برہم بریزند
ما حضر آوردیم چوں از خوردن فارغ شدند
صلح واقع شدند و عہد کردند و عہد نوشتند و
حضرت ایشاں تاشکند را........ فاتحہ
خواندند و برخاستند۔ درآں روز بر زبانِ
ہمہ ایں می رفت کہ کمالِ تصرف و قوت ولایت
ہمیں باشد کہ ازیں بزرگوار واقع شد کہ ایں
صد ہزار کس بریں وجہ بودند کہ اگر ہر یکے
بدست دیگرے افتادے ہلاک می کرد بمجرد
اصلاح و قدوم شریف حضرت ایشاں در یک
ساعت خصومت از میاں بیروں آمد کہ در
ہیچ کس اثر خصومت نماند۔ مشاہدۂ ایں امر

مجمع میں شامیانہ کی [illegible]
اس خوش اعتقاد بادشاہ نے [illegible]
کہ جہاں وہ چاہیں شامیانہ کے لیے [illegible]
حضرت پر پورا بھروسہ ہے۔ اس کے بعد
مرزا سلطان احمد اپنے اراکین سلطنت
کے ساتھ شامیانہ میں بیٹھ گیا۔ تھوڑے
وقفہ کے بعد سلطان محمود خاں اور سلطان
مرزا عمر شیخ کو ہمراہ لے کر حضرت بھی تشریف
لائے جب یہ دونوں شامیانہ کے نزدیک
پہنچے اتر پڑے۔ مرزا سلطان احمد بھی ان کے
استقبال کے لیے اپنے امراء کو ہمراہ لے کر
شامیانہ کے باہر نکل آیا۔ حضرت نے پہلے
سلطان محمود خاں کو آگے بڑھایا اور مرزا
سلطان احمد سے معانقہ کرایا اس کے بعد
سلطان مرزا عمر شیخ کو دونوں بھائیوں میں
معانقہ ہوا۔ مرزا عمر شیخ نے بھائی کے ہاتھ
کو بوسہ دینا اور رونا شروع کر دیا اور
وہ بھی عمر شیخ کے گلے سے لپٹا رو رہا تھا
یہ دیکھ کر تمام لشکری رونے لگے اور بڑا
شور مچ گیا۔ اس کے بعد شامیانہ کے نیچے
نشست ہوئی۔ مجلس ایسی پُر ہیبت

هیبت عظیمی پر شد حضرت ایشان مردم می گفتند که معلوم نیست که در مشائخ ما تقدم نیز کسے باین قوت بوده باشد چون مجلس تمام برخاستند لشکرها با یک دیگر آمیختند چون بچه که با میش بیامیزد۔ حضرت ایشان با سلطان محمود خان مقرر کردند که بتاشکند روید ما هم از راه دیگر خواهیم آمد واز میان لشکرها بیرون رفته متوجه ولایت شدند و در راه متوجه این فقیر شده فرمودند که این کارهائے مارا چه می گوئی این واقعه را خود می توان نوشت۔

وہ رعب و جلال تھی کہ میں نے ہیبت کے مارے اپنے منہ پر کپڑا ڈال دیا۔ دونوں فریق ہتھیار بند تھے کہ ذراسی بات پر تلوار چلنے لگے۔ میں نے ماحضر پیش کیا۔ جب کھانا ہوچکا تو صلح نامہ لکھا گیا۔ حضرت نے تاشقند مرزا سلطان احمد کے قبضہ سے نکال کر سلطان محمود خاں کو دیدیا۔ ہر شخص کی زبان پر یہی تھا کہ حضرت نے جو کچھ کیا وہ صرف تصرف اور آپ کی قوتِ ولایت کا کمال ہے۔ آپ کی تشریف آوری کی برکت سے ایک لمحہ میں سب کے دل سے دشمنی ایسی دور ہوگئی گویا کبھی تھی ہی نہیں۔ ہر شخص ایک دوسرے کا مخلص بلکہ یارِ غار تھا۔ اس واقعہ سے لوگوں میں آپ کی ہیبت ولایت و اعتقاد اور زیادہ ہوگیا۔ بعض لوگ تو کہتے تھے کہ معلوم نہیں کہ پرانے مشائخ میں سے کسی میں یہ طاقت و قدرت و تصرف و ولایت تھی یا نہیں۔ جب مجلس ختم ہوگئی تو دونوں لشکروں کے لوگ اس طرح ایک دوسرے کے گلے ملے جیسے بھیڑ کا بچہ بھیڑ سے۔ حضرت نے سلطان محمود خاں سے فرمایا تم تاشقند چلو۔ میں دوسرے راستہ

سے آتا ہوں۔ حضرت ...
مولکت کی جانب تشریف لے چلے ...
میں میری طرف متوجہ ہوئے اور ...
میری کوششوں کی بابت تمہاری کیا رائے
ہے۔ اس واقعہ کو یاد رکھو اور لکھ لیا۔

تاریخ حبیب السیر سے بھی اس واقعہ کا ثبوت ملتا ہے۔ مؤرخ نے حضرت خواجہ کے حالات میں لکھا ہے:

حکایت مشہور است و بر گشتۂ افواہ ثقات مذکور کہ نوبتے مرزا عمر شیخ و سلطان محمود مرزا بایک دیگر اتفاق نمودہ لشکر بہ سمرقند کشیدند و سلطان احمد مرزا از شہر بیروں رفتہ مقابلہ و مقاتلہ برادران را پیش نہاد ہمت ساخت و و روزے کہ ہر دو سپاہ در برابر یک دیگر صف قتال بیاراستند۔ ناگاہ خبر رسید کہ خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار دراں معرکہ تشریف آوردند .... خواجہ عبید اللہ بہاں جا رسیدہ بہ زلالِ موعظت و نصیحت قتال و جدال را انطفا داد و بہر سہ بادشاہ را بصلح و صفا راضی ساختہ فرمود تا درمیانِ میدان شامیانہ برافراشتند۔

قصہ مشہور ہے اور معتبر لوگوں کا بیان کیا ہوا ہے کہ ایک بار سلطان عمر شیخ مرزا اور سلطان محمود مرزا نے باہم متفق ہو کر سمرقند پر چڑھائی کی اور سلطان احمد مرزا بھی شہر سے باہر نکل کر بھائی سے جنگ اور مقابلہ کے لیے کمر بستہ ہوئے اور جب کہ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف بستہ ہوئیں کہ اچانک خبر پہنچی کہ حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرارؒ اس معرکہ میں تشریف لائے ہیں ..... چنانچہ خواجہ عبید اللہ نے وہاں پہنچکر اپنے وعظ و تلقین سے آتشِ جنگ کو فرو کر دیا اور تینوں بادشاہوں میں صلح کرا کر ایک کو دوسرے سے متحد فرمایا۔ پھر اس میدانِ جنگ میں شامیانہ نصب

کیا گیا۔

اس طرح کے بہت سے واقعات قلمی ملفوظات مقاماتِ عالیہ خواجہ عبید اللہ احرارؒ اور رشحات میں نقل کئے گئے ہیں جن کی تفصیل ایک مبسوط کتاب ہی میں ہو سکتی ہے۔ بخیالِ طوالت صرف چند نقل کئے جاتے ہیں۔

آپ کے ارشادات کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد قاضی نے سلطان ابوسعید مرزا کا یہ واقعہ بھی لکھا ہے:

می فرمودند کہ مرزا سلطان ابوسعید گفتم کہ تمغائے فلاں کس را معاف دارید۔ قبول کردند و گفتند کہ نہ طلبند۔ و بعد ازاں گفتیم مارا تمنا است کہ بحضرتِ شما مصاحبت داریم بایستے کہ مارا ہمت بہ ازیں بودے وقتے کہ تمغا نامشروع است و از ہمہ کس ناگرفتنی است چرا باید کہ یک کس را تخصیص کنیم مارا از ہمت خود شرم آمد بعد ازیں سخن مرزا سکوت کردند و ہیچ نہ گفتند ما نیز سکوت کردیم چوں از پیش مرزا بخانہ آمدیم کیفیت مجلس را بنور سعید گفتیم او پیش مرزا گفتہ کہ شما عجب کسے اید کہ ندامتِ تمغا نگذشتہ بعد مرزا گفتہ اند چوں سخن از ہمت گذشتہ بود شرم داشتیم کہ پیش ایشاں دعوئے ہمت کنیم انشاء اللہ از تمامہ تمغا ہر کہ التفات

حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے سلطان ابوسعید سے کہا کہ فلاں شخص کا تمغہ (ٹیکس) معاف کر دو۔ انھوں نے مان لیا اور حکم دیدیا کہ اس شخص سے کچھ نہ لیا جائے۔ کچھ دنوں بعد میں نے ان سے کہا کہ آپ کی خدمت میں مجھے عرصہ سے نیاز حاصل ہے لیکن نہایت نادم ہوں کہ اتنا عرض کرنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ جب تمغہ شرعاً ناجائز ہے تو ایک ہی شخص کا کیوں معاف کیا جائے عام رعایا اس کی معافی سے کیوں مستفیض نہ ہوں۔ مرزا نے اس وقت سکوت کیا اور میں بھی یہ دیکھ کر چپ ہو گیا۔ جب مرزا کے دربار سے گھر واپس آیا تو میں نے نورسعید سے یہ واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے بوقتِ ملاقات بادشاہ سے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ

شریف ایشان خواہیم گذشت و بعد از چندگاہ از تمامت تمغا گذشت۔

حضرت اقدس کے اتنا کہنے کے .... کہ عام معافی پر آمادہ نہ ہوسکے۔ شاہ نے جواب دیا کہ جرأت نہیں پڑی کہ حضرت کے سامنے ایسی بات کا دعویٰ کروں جس پر پوری طرح پورے طور پر مستعد نہیں تھی۔ لہٰذا میں نے سکوت کیا اب انشاء اللہ حضرت کی خواہش کے موافق عام معافی کا حکم جاری کروں گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد تمام رعایا کا ٹیکس معاف ہو گیا۔

بابر نامہ سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان محمود مرزا خلف سلطان ابوسعید نے حضرت خواجہ کی وفات کے بعد ابواب جاری کرنے میں بڑی شدت کی۔ چنانچہ بادشاہ بابر نے سلطان محمود کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کی اولاد کی بدولت بہت سے غریب اور مفلس لوگ ٹیکس (ابواب) سے معاف تھے، مگر اب ان سے بڑے ظلم اور تعدی کے ساتھ تحصیل ابواب کی جاتی ہے۔ خود حضرت خواجہ کی اولاد سے بھی سختی و تشدد کے ساتھ ابواب طلب کئے گئے۔

ان واقعات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت خواجہ کی شخصیت اور وجاہت ظاہری و باطنی کا شاہانِ وقت پر کس قدر اثر تھا اور وہ آپ سے کتنا مرعوب رہتے تھے۔ بادشاہوں میں آپ سے سوءِ اعتقاد رکھنے والے بھی تھے جن میں ایک تو یہی سلطان محمود تھا جس کے نامہ کا مختصر حال بابر نامہ سے ملتا ہے۔ بابر نے اس کے محاسن و معائب دونوں بیان کئے ہیں۔ لکھا ہے کہ وہ خوش خلق اور منتظم تھا لیکن شراب اور امرد پرستی کا اس حد تک دلدادہ